OPEN ACCESS
Al-Qālam القلم
P-ISSN: 2071-8683; E-ISSN: 2707-0077
Volume 28, Issue, 1, 2023
http://alqalamjournalpu.com/

تفسیر نویسی میں غیر علمی مواد اور رویوں کے اسباب اور عصر حاضر میں ان کا حل: تجزیاتی مطالعہ

Reasons and Sources of inauthentic content and non-cognitive behaviors in Exegeses writing and its solution in this age: An Analytical Study

Dr. Syed Muhammad Tahir Shah, Assistant Professor, Dept. of Islamic Studies, Govt. Graduate College, Satellite Town, Rawalpindi

Abstract

KEYWORDS:

Tafsīr, exegeses, non-cognitive, inauthentic, sources, approaches.

Date of Publication: 30-06-2023

Qurān is the final and universal divine book for guidance to the right path and eternal success of humanity. Its tafsīr and interpretation plays a vital role in understanding and acting upon its commands and instructions. These interpretations and exegeses must be derived and elaborated from the most authentic sources, but unfortunately in several parts of many Qurānic exegeses some interpreters adopted non-cognitive behavior and explained Qurānic verses wrongly, unacceptably and unsatisfactorily with inauthentic and substandard sources.This approach of interpreters proved as a big hurdle in learning the right explanation of Qurān and as a result the most beneficial message for humanity is not being conveyed and implemented among the humanity and also causing many misunderstandings among the newly readers and learners of Qurān.In this article it is focused to highlight and mention the reasons of these inauthentic and inacceptable sources, content and approaches of Qurānic exegeses and some solutions are also suggested to avoid from writing and following such kind of tafsīr.

تعارف

قرآنِ مجید اللہ تعالیٰ کا آخری پیغامِ رشد و ہدایت ہے اس کے معانی و مطالب اور مرادِ الٰہی کو بشری استطاعت کی حد تک بیان کرنا تفسیر کہلاتا ہے جو کہ اس ہدایت کے فہم و ادراک کا بہترین ذریعہ ہے۔اس ہدایت تک صحیح طور پر پہنچنے کے لیے تفسیر کے صحیح ترین ذرائع کو اختیار کرنا انتہائی ضروری اور لازم ہے۔لیکن بد قسمتی سے اکثر تفاسیر میں کئی مقامات پر مفسرین کے غیر علمی و غیر تحقیقی رویہ کے نتیجہ میں غیر صحیح ذرائع کو اختیار کرتے ہوئے ،مرجوح اور متفرد تفسیر بیان کی گئی ہے۔جو کہ صحیح تفسیر کے حصول و فروغ میں رکاوٹ ثابت ہو رہی ہے۔ نتیجتاً قرآن کے عالمگیر دائمی اور مفید نظریاتی و عملی پیغام کی تفہیم، ترویج اور تنفیذ کماحقہ نہیں ہو سکتی۔

تفسیر کی عدم صحت کے ان اسباب و ذرائع میں تفسیر کے لیے اختیار کی جانے والی موضوع و سقیم روایات، اسرائیلیات،بے جا جدیدیت اور عقلیت پسندی، بعض اہم ماخذاتِ تفسیر سے بے اعتنائی، مسلّماتِ شریعت کا ابطال و انکار، فرقہ واریت اور مسلکی تعصب و جانبداری، بعض مفسرین کے غیر تحقیقی رویے، علمی نقص اور نا اہلیت، ربط و نظم سے بے التفاتی، حالات و زمانہ کے ساتھ تبدیلیء احکام کی رعایت کا غلط استعمال اور ان جیسے بعض مزید ذرائع شامل ہیں۔زیر نظر مضمون میں ان ذرائع کا تفصیلی و تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے اور جدید تحقیقی انداز کو اختیار کر کے ان سے آگاہی اور ان سے بچاؤ کی تجاویز پر بحث کی گئی ہے۔

الف۔ تفسیر کا آغاز وارتقاء اور پس منظر

1۔دورِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام و دورِ صحابہ رضی اللہ عنہم

قرآن مجید کے نزول کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کی ایک ذمہ داری یہ بھی لگائی کہ لوگوں کو اس کتاب ہدیٰ کی تعلیم دیں اور ان کے لیے اس کو کھول کھول کر بیان کر دیں۔چنانچہ ارشاد ہوا: وَ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ"[1] اور ہم نے آپ پر یہ قرآن نازل کیا ہے تاکہ آپ لوگوں کے سامنے ان باتوں کی واضح تشریح کر دیں جو ان کے لیے نازل کی گئی ہیں“ ۔

اس حکم کی تکمیل میں آپ ﷺ نے اپنے فرض منصبی کے طور پر قرآن کی آیات کی جہاں ضرورت محسوس کی وہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو وضاحت و تشریح فرمادی اسطرح تفسیر کا آغاز گویا آپ ﷺ نے خود فرمایا تاکہ یہ کتاب

ہدایت انسانیت کو صحیح طور پر سمجھ آ جائے۔اس کے علاوہ اگر صحابہ کرام کو کسی آیت کے معنی ومصداق کے تعین میں مشکل پیش آئی تو انہوں نے اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے تفسیری استفسارات کیے اور آپ ﷺ نے صحابہ کرام کی وہ تفسیری ضرورت جواباً پوری فرمادی۔ اسی طرح آپ ﷺ کے بعد صحابہ کرام بھی آپ ﷺ کے فرامین کی روشنی میں تفسیر بیان کیا کرتے تھے اور ضرورت پڑنے پر ایک دوسرے سے قرآنی آیات کے بارے میں تفسیری استفسارات کر لیا کرتے تھے۔ان تفسیری استفسارات وجوابات نے بعد ازاں امت کو تفسیر فہمی کا ایک عمدہ استفساری اسلوب، منہج اور رجحان بھی مہیا فرمایا[2]۔

آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس قسم کے تفسیری فرامین ماثور تفسیر کے طور پر بیان کیے گئے جو کہ کتب حدیث میں کتاب التفسیر کے ذیل میں اور کتب تفسیر میں متفرق مقامات پر موجود ہیں۔اس دور میں اگرچہ غلط تفسیر کا احتمال نہیں تھا تاہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تفسیری روایات کے اخذ کرنے میں احتیاط بہر حال شروع کر دی تھی جس کی بہت سی مثالیں کتب میں موجود ہیں۔

2۔ تابعینؒ ومابعد ادوار میں تفسیر

دورِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد تابعینؒ کا دور آتا ہے جنہوں نے صحابہ کے چشمہ فیض سے اپنی پیاس بجھائی تھی۔ تابعینؒ میں بھی بڑے نامور مفسرین پیدا ہوئے۔انہوں نے جو تفسیریں تصنیف کیں ان میں ان کا طرز یہ تھا کہ آیت اور اس کے تحت میں حدیث اور اقوال صحابہ و تابعین نقل کرتے تھے۔قصص اور علمی نکات پر زیادہ توجہ نہ تھی[3]۔

اس کے بعد اموی خلافت کے اواخر سے لے کر خلافت عباسیہ کے اوائل تک کا عہد عصر تدوین کہلاتا ہے۔اس دور میں صحیح معنوں میں تفسیر نگاری کی بنا پڑی لیکن اس دور کی تفسیر بھی تفسیر بالماثور کے دائرہ میں محدود رہی البتہ اسناد کی شرط باقی نہ رہی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے من گھڑت اقوال نے تفسیر میں بار پایا اور اقوال صحیحہ وسقیمہ کے مابین امتیاز کرنے میں دشواری کا سامنا ہونے لگا۔عباسی خلافت سے دور حاضر تک پانچواں مرحلہ اور عصر تدوین شروع ہوا۔اس دور میں عقل و نقل میں امتزاج واختلاط کا آغاز ہوا۔ فقہی مسالک منظر عام پر آئے اور کلامی مسائل نے سر نکالا، مختلف اسلامی فرقے اپنے مخصوص افکار وعقائد کی دعوت دینے لگے، منطق و فلسفہ سے متعلق کتب کا یونانی سے عربی میں ترجمہ کیا گیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ سب علوم تفسیر کے ساتھ گھل مل گئے، جو شخص

کسی علم وفن میں کمال رکھتا تھا اس کی تفسیر اسی علم تک محدود رہ گئی۔[4] گویا ان بعد کے ادوار میں تفسیر جیسے اہم علم میں خیانت و بے احتیاطی شروع ہو گئی جو کہ تا حال جاری ہے۔ اس کے نتیجے میں معیاری اور غیر معیاری تفسیریں آپس میں گڈمڈ ہو کر رہ گئیں اور تفسیر کا معیار اور اعتماد کافی حد تک مشکوک ہو کر رہ گیا۔ اس خرابی بسیار کے اسباب و وجوہات کو تلاش کر کے اس کا علاج تجویز کرنا امت کے درد مند اہل علم کی ذمہ داری بنتی ہے تاکہ کتاب ہدایت کے پیغام کو خالص انداز میں جدید دنیا میں پہنچایا جاسکے اور انسانیت کو اس سے روشناس کروایا جاسکے۔ آیندہ صفحات میں اسی عظیم مقصد کی کوشش کی گئی ہے۔

ب۔ تفسیر میں احتیاط اور حدود وقیود

تفسیر کے بیان میں احتیاط کی اشد ضرورت تھی لیکن بد قسمتی سے اس میں بے احتیاطی اور لا پرواہی کو اختیار کر لیا گیا۔ حالانکہ اگر ہم ابتدائی ادوار کے رجال کی روش کا مطالعہ کریں تو ہمیں ان کا طرز عمل بہت عمدہ اور محتاط ملتا ہے۔ آج در اصل یہی وہ اسوہ ہے جسے اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ مثال کے طور پر ماثور و منقول تفسیر کے بارے میں صحابہ و تابعینؒ نے یہ احتیاط اختیار کی کہ صحیح روایات و اقوال کو لیا اور درایت و سند کو ملحوظ رکھنے کا اہتمام کیا۔ دوسری طرف آپ ﷺ کے ایسے فرامین جن میں اپنی رائے سے تفسیر کرنے کی ممانعت و مذمت مذکور تھی، کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنی رائے سے تفسیر کرنے میں بھی کمال احتیاط سے کام لیا اور حدود و قیود کا خیال رکھا۔ گویا آپ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد ادوار میں تفسیر کو صرف ماثور تفسیر میں منحصر نہیں سمجھا گیا بلکہ غور و فکر اور تفکر و تدبر سے کام لے کر بھی تفسیر بیان کی گئی۔ کیونکہ اگر حدیث نبوی میں کسی آیت کی تفسیر موجود ہے یا صحابہ نے آیت کے مطلب کی صراحت کی ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا ہے کہ اس پر مزید غور و خوض کا دروازہ بند ہو گیا، ہرگز نہیں بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ اس تفسیر کے معارض یا مخالف کسی بات کی گنجائش نہیں، لیکن اس کے تسلیم کرنے کے ساتھ غور و فکر سے اس کے مزید معانی بیان کیے جاسکتے ہیں۔ جو اس کے مخالف نہ ہوں بلکہ مزید ایک علمی فائدہ ہو۔[5] گویا رائے میں بھی شرعی اصولوں کو ملحوظ رکھا اور محض اپنی خواہشات نفسانی کی بنیاد پر تفسیریں بیان نہیں فرمائیں۔

ج۔ تفسیر نویسی میں غیر علمی وغیر تحقیقی مواد اور رویے اور ان کے اسباب وذرائع

ابتداء میں تو تفسیر خرابیوں اور آویزشوں سے محفوظ رہی لیکن بعد کے ادوار میں تفسیر میں عدم صحت کا رجحان فروغ پا تا گیا۔اس غیر علمی و غیر تحقیقی رویے کے جو اسباب و ذرائع سامنے آئے ان کو ذیل میں قدرے تفصیل سے واضح کیا جاتا ہے۔

1۔موضوع و سقیم روایات

تفاسیر قرآن میں تفسیر کی عدم صحت کا ایک اہم سبب موضوع اور سقیم قسم کی روایات کا تفسیر میں بیان کرنا ہے۔اگرچہ ابتدائی مرحلہ میں ایسا نہیں تھا بلکہ اس وقت تفسیر اور حدیث میں کوئی فرق و امتیاز نہیں تھا یعنی یہ دو الگ چیزیں نہیں تھیں اس لیے تفسیر میں بھی اسی وقت وضع حدیث کا آغاز ہوا جب حدیث میں وضع حدیث شروع ہوئی۔جس طرح احادیث نبویہ صحیح بھی ہیں، حسن بھی اور ضعیف بھی اسی طرح تفسیری روایات کا بھی یہی حال ہے۔[6]

اسلام میں اختلاف وانشقاق خلیفہ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے آخر میں رونما ہوا اور وہ بڑھتے بڑھتے عظیم الشان فتنے بن گئے۔اہل ضلالت نے حدیثیں بنانی شروع کیں اور بعض حدیثوں میں تحریف اور تغیر و تبدل کیا۔[7] اس طرح گویا اس وضع روایات کا آغاز 41ھ میں اس وقت ہوا جب مسلمانوں میں سیاسی اختلافات کا آغاز ہوا اور وہ شیعہ،خوارج اور عوام کے فرقوں میں بٹ گئے۔اس دور میں ایسے اصحاب بدعت نے سر نکالا جنہوں نے اپنی اختراع کردہ بدعات کو رواج دینے کے لیے تعصب سے کام لینا شروع کیا۔بعض لوگوں نے مسلمانوں کو پھنسانے اور گمراہ کرنے کے لیے بظاہر اسلام کا لبادہ اوڑھ لیا اور دراصل کافر کے کافر ہی رہے۔انہوں نے اپنی اغراض خبیثہ کو بروئے کار لانے کے لیے جھوٹی روایات گھڑنے کا مذموم دھندا شروع کر دیا۔[8]

اس قسم کی روایات کے وضع کرنے میں مسلکی و گروہی تعصب،سیاسی وابستگیاں اور دشمنان اسلام کے انتقامی جذبے بنیادی اسباب قرار دیے جاسکتے ہیں۔پھر ان جھوٹی روایات اور اقوال کا نتیجہ یہ نکلا کہ قرآن حکیم حقیقت میں جس چیز کو بیان کرنا چاہتا تھا لوگ اس سے دور ہو گئے اور غیر حقیقی چیزوں پر اعتماد کرنے لگے۔جس سے دین کی اصل شکل بگڑ کر رہ گئی۔تاہم ایسی صورتحال میں علماء اسلام نے کمر ہمت باندھی اور بعد از محنت بسیار کئی علوم و فنون ایجاد کیے اور صحیح کو سقیم سے الگ کرنے کے اصول وضع کیے اور ایسا کر بھی دکھایا۔

ڈاکٹر ابو شہبۃ کتب تفسیر میں موضوع روایات کے بارے میں لکھتے ہیں کہ بعض تفاسیر میں سورتوں اور آیات قرآنیہ کے فضائل میں اور شان نزول اور سیرۃ النبی ﷺ کے بارے میں موضوع روایات شامل ہیں۔ ان کو وضع کرنے والوں میں سے اکثر کا مقصد لوگوں کو قرآن کی تلاوت کی ترغیب دینا تھا حالانکہ یہ ان کی غلطی تھی، ان کے قصد کا فساد اور ان کے گمان کا باطل ہونا تھا کیونکہ یہ آپ ﷺ کی اس وعید کے زمرے میں آتا ہے جس میں آپ ﷺ نے جان بوجھ کر جھوٹی حدیث گھڑنے والے کا ٹھکانہ جہنم قرار دیا تھا[9]۔

ملا علی قاری الحنفیؒ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "الموضوعات الکبریٰ" میں ایک فصل ان موضوع روایات کے بارے میں مختص کی جو کہ تفاسیر میں مذکور ہیں اور قرآنی سورتوں اور آیات کے فضائل کے بارے میں گھڑی گئیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ اس فصل میں ان روایات کا بیان ہے جو سورتوں کے فضائل اور ثواب کے بیان کے بارے میں ہیں کہ جو شخص فلاں فلاں سورت پڑھے گا اس کے لیے یہ اجر ہے۔ اسی طرح اول قرآن سے اخیر تک جیسا کہ ثعلبی اور واحدی نے اپنی تفسیروں میں ہر سورت کے شروع میں اور زمخشری نے بعد میں بیان کیا ہے اور انہی کی متابعت بیضاوی اور ابو سعود المفتی نے کی ہے۔ اکثر تفاسیر کا یہی حال ہے۔ عبد اللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ زنادقہ نے انہیں وضع کیا ہے اور بعض کی وضع کا تو واضع نے خود اعتراف کیا اور وہ یہ کہتے ہیں کہ ہمارا مقصد لوگوں کو قرآن کی جانب متوجہ کرنا تھا[10]۔

دور حاضر میں اس کا حل اور اس سے بچاؤ بھی اس طرح ممکن ہے کہ علماء کی ان ہدایات پر عمل پیرا ہوا جائے جو انہوں نے ایسی روایات سے اجتناب کرنے اور صحیح روایات کا التزام کرنے ک ے بارے میں دی ہیں۔ چنانچہ علامہ زرقانیؒ اس طرح کی تفسیری روایات کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ان کو رد کرنا واجب ہے اور ان کو قبول کرنا جائز نہیں ہے۔[11] اسی طرح علامہ صابونیؒ فرماتے ہیں: **"التفسیر بالماثور من اجود انواع التفسیر اذا صح سنده الی الرسول ﷺ او الی الصحابة وینبغی التثبت من الروایة عند ذکر التفسیر بالماثور۔"**[12] یعنی اگر تفسیر بالماثور کی سند رسول اللہ ﷺ یا صحابہ رضی اللہ عنہم تک صحیح ہو تو یہ تفسیر کی سب سے عمدہ قسم ہو گی۔ اور تفسیر بالماثور ذکر کرتے وقت روایات کی صحت اور ثبوت کا ذکر کر دینا چاہیے"۔ اس طرح تفسیر میں صحیح اور ثابت شدہ روایات ہی کو شامل کرنے سے تفسیر کے صحیح مفہوم تک رسائی میسر آسکتی ہے۔

2۔ قرآن مجید کے معانی میں تحریف اور اسے اپنے نظریات کے تابع بنانا

قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک محفوظ فرما دیا اس میں تو تحریف ممکن نہ تھی تاہم اس کے معانی و مطالب اور تفسیر و تشریح میں اہل ہوا نے تحریف کا عمل جاری رکھا۔ جس سے عوام الناس کے سامنے غلط مفہوم و مطالب پیش کیے گئے اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ لوگ غلط عقائد و نظریات اور روش پر ان عبارات کی روشنی میں چلنے لگے۔

علامہ ابن تیمیہؒ اس سلسلے میں لکھتے ہیں کہ بدعتی لوگوں نے تحریف سے کام لیا اور کلام اللہ اور کلام رسول اللہ ﷺ کے ایسے معنی لگائے جو اس کے نہیں تھے اور ایسی تاویلوں کے تیر چلائے جن کا وہ متحمل نہیں تھا۔[13] اس تحریف کا ایک سبب یہ ہے کہ انسان اپنے ذہن میں پہلے سے کچھ نظریات متعین کر لے اور پھر قرآن کریم کو ان نظریات کے تابع بنانے کی فکر کرے۔ قدیم زمانے سے باطل فرقوں ظاہر پرستوں اور اپنے وقت کے فلسفے سے مرعوب لوگوں نے تفسیر قرآن میں یہی گمراہ کن طریقہ اختیار کیا ہے اور قرآن مجید کے الفاظ کو توڑ مروڑ کر اپنے نظریات کے مطابق بنانے کی کوشش کی ہے۔[14] قرآن مجید انسانیت کے لیے کتاب ہدایت ہے۔ ایسا کرنے تو انسان قرآن مجید کی اس ہدایت سے محروم ہو جائے گا جو قرآن نے انسانیت کو پیش کی ہے۔ مولانا تقی عثمانی اس سلسلہ میں یہ تجویز دیتے ہیں کہ قرآن کریم سے ہدایت حاصل کرنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ اپنے ذہن کو دوسرے نظریات سے خالی کر کے ایک طالب حق کی طرح قرآن کریم کی طرف رجوع کیا جائے اور اس کی مراد سمجھنے کے لیے جن علوم کی ضرورت ہے ان کو حاصل کر کے اس کی تفسیر معلوم کی جائے اور اس طرح جو کچھ ثابت ہو اس پر ایک سچے مومن کی طرح ایمان رکھا جائے۔[15] اس طرز عمل کو اختیار کرنے سے تفسیر قرآن کا بیان بقدر الضرورت اور عدل و اعتدال کے ساتھ ہو سکتا ہے۔

3۔ اسرائیلیات کی بھرمار

تفاسیر میں تفسیر کی عدم صحت کا ایک اہم سبب تفسیر میں اسرائیلی روایات کا بکثرت شامل کیا جانا ہے۔ اسرائیلیات سے مراد وہ یہودی و نصرانی تہذیب و ثقافت ہے جو تفسیر قرآن پر بڑی حد تک اثر انداز ہوئی۔ چنانچہ اسرائیلی روایات یا اسرائیلیات کا مفہوم واضح کرتے ہوئے مولانا محمد تقی عثمانی لکھتے ہیں کہ یہ ایسی "روایات کو کہتے ہیں جو یہودیوں یا عیسائیوں سے ہم تک پہنچی ہیں۔ ان میں سے بعض براہ راست بائبل یا تالمود سے لی گئی

ہیں، بعض مشنا اور ان کی شروح سے اور بعض وہ زبانی روایات ہیں جو اہل کتاب میں سینہ بسینہ نقل ہوتی چلی آئی ہیں اور عرب کے یہود و نصاریٰ میں معروف و مشہور تھیں۔ تفسیر کی مروجہ کتابوں میں ایسی روایات کی ایک بھاری تعداد موجود ہے"۔[16]

نبی کریم ﷺ نے اہل کتاب سے روایات بیان کرنے کے اصول و ضوابط کے بارے میں امت کو پہلے ہی ضروری راہنمائی مہیا فرما دی تھی۔ چنانچہ آپ ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے: **بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً، وَحَدِّثُوا عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلاَ حَرَجَ، وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا، فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ**"[17] یعنی ایک آیت بھی ہو تو مجھ سے سن کر آگے پہنچا دو۔ بنی اسرائیل کی روایات بیان کیجیے، اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔ اور جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھا اس نے اپنا گھر دوزخ میں بنایا"۔ اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل کتاب توراۃ کو عبرانی زبان میں پڑھتے تھے اور اہل اسلام کے لیے اس کی عربی میں تفسیر کیا کرتے تھے۔ اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اہل کتاب کی نہ ہی تصدیق کیجیے اور نہ ہی تکذیب۔ بلکہ یوں کہیے: "**آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا**"[18] کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو کچھ ہماری طرف اتارا۔ الایۃ۔"[19]

ان روایات میں سے اول الذکر میں بنی اسرئیل کے عجیب و غریب واقعات بیان کرنے کی اجازت دی گئی ہے جن سے وہ دوچار ہوئے اس لیے کہ ان واقعات میں عبرت پذیری اور نصیحت آموزی کا پہلو پایا جاتا ہے مگر نقل و روایت کی یہ اجازت اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ ان واقعات کا جھوٹا ہونا معلوم نہ ہو۔ اور دوسری روایت کا مفہوم یہ ہے کہ اہل کتاب کی بیان کردہ بات میں جب صدق و کذب دونوں کا احتمال ہو تو اس میں توقف سے کام لیا جائے۔"[20]

ان روایات ہی کی روشنی میں صحابہ کرام نے تو اہل کتاب سے روایات کے اخذ و استفادہ میں ان حدود کا خیال رکھا۔ اس لیے وہ اہل کتاب سے نہ تو ہر بات پوچھتے تھے اور نہ ہی ان کی ہر بات قبول کرتے تھے۔ صحابہ اہل کتاب کی بات سن کر توقف سے کام لیتے تھے۔ مزید بر آں صحابہ کرام اہل کتاب سے عقائد و احکام کے بارے میں سوال نہیں کرتے تھے۔[21]

لیکن جب تابعینؒ کا دور آیا تو اہل کتاب سے نقل و روایت میں وسعت پیدا ہوئی۔ اور ایسے لوگ منظر عام پر آئے جو اسرائیلیات پر دل و جان سے فریفتہ تھے۔ وہ ان سے اس حد تک شغف رکھتے تھے کہ کسی قول کو بھی رد نہ کرتے خواہ وہ خلاف عقل ہی کیوں نہ ہو۔ جب تدوین تفسیر کا دور آیا تو مفسرین میں ایسے لوگ پیدا ہو گئے جنہوں نے اپنی کتب تفسیر کو اسرائیلی واقعات سے بھر دیا۔[22]

کتب تفسیر میں اسرائیلیات کی اس بھرمار کے اسلامی روایات پر بہت برے اثرات مرتب ہونے لگے۔ ان اثرات کے بارے میں مولانا محمد نظام الدین اسیر ادروی لکھتے ہیں" قرآنی نصوص کی تشریح اور قرآن کے بیان کردہ اجمالی واقعات کی ان روایتوں کی روشنی میں توضیح کی جانے لگی چنانچہ ان اسرائیلی روایات نے اسلامی روایات کی پاکیزگی کو داغدار کر دیا، مشرکانہ خیالات کی داغ بیل ڈال دی۔ ان روایتوں میں کہیں خداوند قدوس کے لیے جسمانیت کا اظہار ہے اور بیشتر مقامات پر انبیاء ورسل کی عصمت مجروح ہوتی ہے"[23]۔

علماء نے انہی بنیادوں پر اختیار کیے جانے یا رد کیے جانے کے اعتبار سے اسرائیلی روایات کو تین اقسام میں تقسیم کیا ہے۔ڈاکٹر محمد حسین الذھبی ان اقسام کی وضاحت یوں کرتے ہیں:

1۔ پہلی قسم میں وہ روایات ہیں جو بسند صحیح رسول اکرم ﷺ سے منقول ہیں۔ مثلاً یہ روایت کہ قرآن کریم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جس رفیق کا ذکر کیا گیا ہے وہ جناب خضرؑ تھے۔ یہ قسم صحیح و مقبول ہے۔

2۔ دوسری قسم میں ایسی مرویات شامل ہیں جو اس لیے جھوٹی ہیں کہ شریعت کے معروف مسائل اور عقل سلیم سے ٹکراتی ہیں ایسی روایات کو نہ قبول کرنا درست ہے اور نہ ان کی نقل و روایت جائز ہے۔

3۔ تیسری قسم کی وہ روایات ہیں جو پہلی اور دوسری قسم میں شامل نہیں اور جن کے بارے میں محدثین نے سکوت اختیار کیا ہے۔ ایسی رویت کی نہ تصدیق کی جائے اور نہ تکذیب بلکہ اس کے بارے میں توقف سے کام لیا جائے اور اس کی نقل و روایت بھی درست ہے۔ ان میں زیادہ تر ایسی روایات ہیں جن میں کوئی دینی فائدہ حاصل نہیں ہوتا[24]۔

ڈاکٹر ابو شہبۃ نے بھی اسرائیلیات کی تین اقسام بیان کی ہیں اور ان کا حکم بھی بیان کیا ہے۔ چنانچہ ان کے نزدیک اول قسم وہ ہے جس کی صحت ہم نے قرآن و سنت سے جان لی ہے کیونکہ قرآن سابقہ آسمانی کتب کا مصدق ہے۔ پس جو قرآن و سنت کے موافق ہے وہ حق ہے اور جو اس کے مخالف ہے وہ باطل ہے۔ یہ قسم صحیح ہے اور اس کا ذکر کر دینا جائز ہے۔ دوسری قسم ان روایات کی ہے جن کا جھوٹا ہونا ہم نے اپنے پاس موجود آیات و احادیث کے ذریعے جان لی ہے جیسا کہ ایسی روایات جو عصمت انبیاء کے منافی ہیں، اس قسم کی اسرائیلیات کو روایت کرنے سے نبی ﷺ نے صحابہ کرام کو منع فرمایا اور ان سے لینے اور سوال کرنے پر زجر فرمائی ہے۔ اور تیسری قسم وہ ہے جس کے بارے میں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا ہے نہ اس کی تصدیق اور نہ ہی تکذیب کی جائے گی اس کا حکایت کرنا جائز ہے[25]۔

اگر ان اقسام کو ملحوظ رکھتے ہوئے تفسیر لکھی جائے اور ان روایات کو ان کی حدود و قیود کے مطابق استعمال کیا جائے تو تفسیر میں ان سے پیدا ہونے والی خرابیوں سے کافی حد تک بچا جا سکتا ہے۔

4۔ جدیدیت اور جدید افکار سے متاثر تفسیر

تفسیر نویسی میں تفردات اور گمراہی کا ایک سبب جدید نظریات سے مرعوب ہو کر قرآن کی تفسیر کو ان نظریات کے تابع کرنا بھی ہے۔ چنانچہ جب ان خیالات و نظریات کے خلاف قرآن کریم کا بیان پایا جائے تو خود قرآن کے تابع ہونے کی بجائے قرآن کو ان خیالات کے تابع کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور حق و باطل کا معیار ان نظریات و تصورات کو قرار دیا جاتا ہے۔ جس سے اس زمانے کے جدت پسند حضرات عموماً ایسے مخمصے میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ اگر قرآن پاک کی کوئی ایسی تشریح کی گئی جو زمانے میں رائج الوقت نظریات کے خلاف ہو تو اس سے خود قرآن کریم کی حقانیت پر حرف آئے گا۔ حالانکہ ان کو اس حقیقت کا ادراک ہونا چاہیے کہ سائنس و فلسفے کے نظریات زمانے کے ساتھ ساتھ بدلتے رہتے ہیں اور تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ سائنس و فلسفہ کے بیشتر نظریات جو قطعی مشاہدہ پر مبنی نہیں ہیں، زمانے کے ساتھ ساتھ بدلتے رہتے ہیں جبکہ قرآنی حقائق تبدیل نہیں ہوتے۔[26]

سر سید احمد خانؒ نے اسی قسم کی جدیدیت کو اپنی تفسیر میں اختیار کیا اور نیوٹن کے "قانون تجاذب" اور نظام کائنات کے علت و معلول کے نظام میں جکڑے ہونے کے نظریہ "میکانکی نظریہ حیات" اور اس کے نتیجے میں ہر چیز کے لیے فطرت یا نیچر کو لازم قرار دینے کے نظریہ کے معروف ہونے کے بعد اپنی تفسیر میں اس قانون سے مطابقت کرتے ہوئے تفسیر قرآن کے اصولوں کے خلاف قرآن میں بیان کردہ خارق عادت واقعات اور معجزات کو مافوق الفطرت قرار دے کر ان کا انکار کر دیا۔ لیکن بعد ازاں آئن اسٹائن نے جب " نظریہ اضافت "کے ذریعے قانونِ علت و معلول کو رد کر کے نیچرل اور سپر نیچرل کی تفریق ہی ختم کر ڈالی تو ایسے عارضی نظریات کی روشنی میں کی جانے والی تفسیر بھی خود بخود بے معنی ہو کر رہ گئی۔[27]

5۔ بے جا عقلیت پسندی اور عقل کی نص پر ترجیح

تفسیر قرآن میں دور حاضر کی ایک اور گمراہی اور غلط روش بے جا عقلیت پسندی اور عقل کو نص پر ترجیح دینا ہے۔ چنانچہ بعض جدت پسند حضرات قرآنی آیات کی یہ کہ کر تاویلات فاسدہ کرتے ہیں کہ مذکورہ ارشادات کا ظاہری مفہوم عقل کے خلاف ہے۔ مولانا تقی عثمانی اس بارے میں لکھتے ہیں کہ قرآن کریم کی تفسیر میں عقل کے استعمال کی ایک بدترین صورت یہ ہے کہ قرآن کریم کے صریح اور واضح الفاظ سے جو شرعی حکم ثابت ہو رہا ہو اس

سے اس بنا پر انکار کیا جائے کہ اس کی حکمت ہماری سمجھ میں نہیں آسکی[28]۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ دعویٰ ہی سرے سے غلط ہے کیونکہ قرآن کریم کی جو تفسیر قطعی طور پر نبی اکرم ﷺ یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع و اتفاق سے ثابت ہو، وہ آج تک کبھی عقل یا قطعی مشاہدے کے خلاف ثابت نہیں ہوئی۔ چودہ سو سال کے عرصے میں علمی تحقیقات و انکشافات میں سینکڑوں انقلابات آئے لیکن آج تک کبھی ایسا نہیں ہوا کہ قرآن کریم کی کوئی قطعی الثبوت تفسیر مشاہدے کے خلاف پڑی ہو اور آپ ﷺ کی بیان کردہ ہر تفسیر چونکہ اللہ ہی کی ہدایت کے مطابق ہے اس لیے آپ ﷺ کی کوئی تفسیر آئندہ بھی عقل یا مشاہدے کے خلاف نہیں ہو سکتی۔[29] معلوم ہوا کہ قرآن و سنت کے احکام تو عقل سلیم کے عین مطابق اور انسانیت کی صلاح و فلاح کے لیے بہترین ذرائع ہیں۔ اس لیے ان کو خداداد نعمت و راہنمائی سمجھ کر ان سے اخذ و استفادہ کرنا چاہیے۔

لیکن اس رویے کی اصل وجہ یہ ہے کہ زمانے کے مروجہ نظریات سے بہت جلد مرعوب ہو جانے والے لوگ بہت جلد کسی چیز کے خلاف عقل ہونے کا فیصلہ کر لیتے ہیں۔ حالانکہ یہ ایک طے شدہ حقیقت ہے کہ ہر حیرت انگیز اور ناقابل فہم چیز خلاف عقل نہیں ہوتی اسے ماورائے عقل، مستبعد یا حیرت انگیز تو کہا جا سکتا ہے لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ چیز خلاف عقل بھی ہو۔ دورِ حاضر کی ایجادات نے اس طرح کے کئی عقدے بڑی وضاحت سے حل کر دیے ہیں۔ نیز ہر انسان کی عقل دوسرے سے مختلف ہوتی ہے اس لیے یہ فیصلہ کرنا ہی ایک مشکل امر ہے کہ اچھے برے کی تمیز کے لیے کونسی عقل کو بنیاد بنایا جائے۔ اسلام کی اصل بنیاد اس عقل پر نہیں جو خواہشات نفس کی غلام ہو بلکہ اس عقل پر ہے جو اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی ہدایات کی پابند اور اپنے حدود کار سے اچھی طرح واقف ہو اسے ہی عقل سلیم کہتے ہیں۔ اگر تفسیر کرنے میں عقل سلیم کو کام میں لایا جائے اور اسلام کے دائمی، ابدی، عالمگیر اور ہمہ جہت قوانین اور پیغام کو ملحوظ رکھا جائے تو یہ تفسیر زیادہ مفید اور نافع ہو جائے گی۔

6۔ بعض اہم ماخذاتِ تفسیر سے بے اعتنائی

قرآن مجید کی تفسیر کا پہلا ماخذ خود قرآن مجید ہے اور دوسرا بڑا ذریعہ احادیث نبویہ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے فرائض منصبی میں سے ایک اہم منصب قرآن کی تفسیر بیان کرنا بھی تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ**"[30] یعنی وہ نبی ﷺ آپ کو کتاب (قرآن) و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمھیں وہ کچھ سکھلاتا ہے جو کہ تم نہیں جانتے تھے"۔ اور یہ بات واضح ہے کہ قرآن کی تعلیم میں

اس کے احکام و تفسیر سکھلانا لازمی طور پر شامل ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ اس کی وضاحت میں تفسیر کا دوسرا ذریعہ سنت وفرامین نبوی ﷺ کو قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:" **فَإِنَّهَا شَارِحَةٌ لِلْقُرْآنِ وَمُوَضِّحَةٌ لَهُ وَقَدْ قَالَ الشَّافِعِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كُلُّ مَا حَكَمَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهُوَ مِمَّا فَهِمَهُ مِنَ الْقُرْآنِ**"[31] یعنی آپ ﷺ کی سنت مطہرہ واحادیث مبارکہ قرآن مجید کی شرح کرنے والی اور وضاحت کرنے والی ہیں۔ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے تفسیر کے بارے میں جو بھی حکم ارشاد فرمایاوہ آپ ﷺ نے قرآن مجید سے ہی سمجھا ہے"۔ پھر اس کی دلیل میں اللہ تعالیٰ کا فرمان: **إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ**"[32] (یعنی اے پیغمبر ﷺ بے شک ہم نے آپ ﷺ پر سچی کتاب نازل کی ہے تاکہ آپ اس کے ذریعے دی گئی اللہ کی ہدایت کے مطابق لوگوں میں فیصلہ فرمائیں) اور نبی پاک ﷺ کا ارشاد: "**أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْقُرْآنَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ**"، **يَعْنِي السنة**،"[33] (یعنی خبر دار! مجھے قرآن دیا گیاہے اور اس کے ساتھ اس کی مثل اور چیز بھی دی گئی ہے، یعنی سنت) نقل فرمایا۔

قرآن مجید کی تفسیر میں تفردات یابالفاظ دیگر تحریفات معنوی کا پہلا دروازہ انکار حدیث سے کھل گیا تھااور پھر اس کی جرات اسلام کی تاریخ میں سب سے پہلے خوارج نے کی تھی اور بعد میں ملحدین اس میں مبتلا ہوئے جن کو اپنے الحادی نظریات وافکار کو ترقی دینے میں سب سے بڑی رکاوٹ احادیث مبارکہ کی صورت میں پیش آئی تو انہوں نے حدیث کی حجیت سے انکار کیا۔ انکار حدیث کے فتنہ کو برصغیر میں عبد اللہ چکڑالوی، اسلم جیراجپوری، سر سید احمد خان، غلام احمد پرویز اور ان کے ہمنواؤں نے فروغ دیا۔ جیسا کہ غلام احمد پرویز نے اپنے آپ کو اہل قرآن کہنا شروع کیا اور کہا کہ ہمیں قرآن کے علاوہ کسی اور چیز میں ہدایت کو تلاش نہیں کرنا چاہیے۔ جب انکار حدیث کے ذریعے قرآنی آیات میں تحریف کا دروازہ کھول دیا گیاتو اس کے نتیجے میں اسلامی عقائد واحکام میں ایسی تاویلات باطلہ نے جگہ لے لی جس سے اسلام کا تصور مسخ ہو کر رہ گیا۔[34]

اس طرح کے مفسرین تفسیر لکھنے میں یہ موقف اختیار کرتے ہیں کہ فہم قرآن اور بیان تفسیر میں احادیث نبویہ کی ضرورت نہیں ہے اور اس طرح وہ تفسیر نویسی میں احادیث نبویہ جیسے اہم ماخذ تفسیر کو چھوڑ دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ قرآن مجید میں بیان کردہ اکثر عبادات و احکام کی عملی صورت اور تفصیل رسول اللہ ﷺ نے اپنے ارشادت و عمل سے پیش فرمائی جو کہ ان آیات کی سب سے عمدہ اور اعلیٰ تفسیر کا

درجہ رکھتے ہیں۔ضرورت اس امر کی ہے کہ اس ماخذ کی اہمیت و حجیت عوام و خواص کے قلوب و اذہان میں راسخ کی جائے اور اس کو تفصیل سے واضح کیا جائے تاکہ اسے تفسیر میں اختیار کیا جائے اور لوگ اس سلسلہ میں اس دام فریب سے محفوظ ہو سکیں۔

7۔ مسلّماتِ شریعت کا ابطال و انکار

شریعت اسلامیہ میں واضح تعلیمات کی صورت میں بے شمار ایسی مسلّمات اور اصولی چیزیں ہیں جن کا انکار و رد تفسیر قرآن میں کسی صورت میں جائز نہیں ہے۔لیکن دور حاضر میں بعض تفاسیر میں مفسرین کی طرف سے ایسی جرات کرنے کی کئی مثالیں ملتی ہیں جو کہ تفسیر نویسی میں عدم صحت میں اضافے کا باعث ہیں اور عوام میں اسلامی اصولوں اور شعائر اسلام کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کا سبب بن رہے ہیں۔

مولانا محمد مالک کاندھلویؒ اس سلسلہ میں یوں رقمطراز ہیں: کسی بھی تفسیر سے اصول شریعت کا ابطال و انکار لازم آتا ہو خواہ وہ شریعت کے مسلمہ اصولوں کا رد ہو اور شریعت مطہرہ کے طے شدہ اصولوں اور عقائد کے خلاف ہو تو وہ تفردات میں شامل ہو گا مثلاً کسی تفسیر سے معجزات، حشر و نشر، معادِ جسمانی کی نفی، وزن اعمال، ملائکہ اور شیاطین کے وجود کا انکار لازم آتا ہو یا عالم جنت و جہنم کی تردید کرتے ہوئے انعامات جنت کو محض قلبی سکون اور جہنم کے عذاب کو قلبی اذیت و بے چینی کے معانی پر محمول کیا جاتا ہو۔[35] اس بحث سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ ایسی کوئی تفسیر قابل قبول نہیں ہو گی جو کہ اسلامی شریعت کے مسلمہ اصولوں اور عقائد و نظریات کے خلاف ہو لہٰذا ایسی تفسیر سے اجتناب صحت تفسیر کے حصول کے لیے انتہائی ضروری ہے۔

8۔ فرقہ واریت اور مسلکی و گروہی تعصب و جانبداری

تفسیرِ قرآن میں گمراہی و تفرد اور عدم صحت کا ایک بڑا اور اہم سبب فرقہ وارانہ مسلکی و گروہی تعصب ہے۔ یہ سبب ہمیشہ سے قرآن مجید کے تحریف معنوی کا سبب بنتا رہا ہے۔ڈاکٹر محمد حسین الذہبیؒ لکھتے ہیں کہ من گھڑت تفسیر کے اسباب میں سے ایک سبب مذہبی و مسلکی تعصب تھا۔ جن دنوں امت مختلف و متنوع فرقوں میں بٹ گئی تھی، ایک طرف شیعہ نے حب علی (رضی اللہ عنہ) میں غلو سے کام لینا شروع کیا دوسری جانب خوارج ان کے دشمن بن گئے۔جمہور اہل اسلام نے ان دونوں کے خلاف مسلک اعتدال کو اختیار کیا اور ان دونوں میں کسی سے بھی متاثر نہ ہوئے۔ان فرقوں کی حتی الامکان یہ کوشش رہی کہ کسی طرح اپنے عقیدہ کو قرآن سے ثابت کریں۔[36]

اس میں ہوتا یہ ہے کہ کسی مخصوص گروہ یا فرقے کے لوگ اپنے نظریات اور عقائد کے مطابق تفسیر کرنا شروع کر دیتے ہیں اور ان نظریات کے دفاع میں قرآنی آیات کی تفسیر کو ان نظریات کے تابع کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ان کی لکھی ہوئی تفسیریں کتاب ہدایت کی تفسیر و تشریح کم جبکہ ان کے فرقے کی نمائندہ کتب زیادہ محسوس ہوتی ہیں۔ پھر انہی کتب کے ذریعے پروان چڑھنے والے قلوب و اذہان ساری زندگی خود پسندی، فرقہ واریت، گروہی و مسلکی تعصب اور دوسروں کے لیے نفرت کے پھیلانے والے بنے رہتے ہیں اور بجائے اس کتاب ہدایت سے روشنی لے کر وحدت امت کو فروغ دیتے الٹا افتراق و انتشار کا باعث بنتے رہتے ہیں۔ حالانکہ پہلے سے قائم کردہ اپنے نظریات اور عقائد کی بنیاد پر قرآن کی تفسیر کرنا اور اس کی آیات کو اپنے نظریات کے تابع کرنا سراسر گمراہی ہے۔ لہذا تاویلات فاسدہ کے ذریعے قرآنی آیات کو اپنے عقائد و نظریات پر منطبق نہیں کرنا چاہیے جس طرح قدیم زمانے میں معتزلہ، قدریہ، جبریہ، شیعہ، مرجیہ اور جہمیہ وغیرہ کر چکے ہیں۔[37]

9۔ علمی نقص اور نا اہلیت

تفسیر میں تفردات اور گمراہی کا ایک سبب مفسر کا علمی نقص اور فن تفسیر میں نا اہلیت ہے۔ اس میں انسان اپنی اہلیت و صلاحیت کو دیکھے بغیر قرآن کریم کے معاملے میں رائے زنی شروع کر دیتے ہیں۔ فی زمانہ یہ گمراہی زیادہ عام ہو گئی ہے اور لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ عربی زبان کی معمولی شُد بُد قران کی تفسیر کے لیے کافی ہے۔ چنانچہ وہ اس غلط فہمی کی وجہ سے تفسیر جیسے نازک کام میں لگ جاتے ہیں اور علمی استعداد کے مکمل نہ ہونے کے با وجود اغراض فاسدہ کا شکار ہو کر قرآنی حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے لگ جاتے ہیں۔ حالانکہ یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ دنیا کے کسی بھی فن اور تعلیم کے سیکھنے کے لیے ماہرین فن و تعلیم کا سہارا لینا ضروری ہوتا ہے۔[38]

علامہ زرقانیؒ لکھتے ہیں کہ علماء نے مفسر کے لیے جو ضروری علوم ذکر کیے ہیں ان میں لغت، نحو، صرف، بلاغت، علم اصول فقہ، علم التوحید، معرفت اسباب النزول، قصص، ناسخ و منسوخ کا علم، مجمل اور مبہم کی مبین احادیث، اور وہبی علم جو کہ اللہ تعالیٰ عالم با عمل کو عطا کرتا ہے اور جس کے دل میں بدعت، کبر، حب دنیا اور معاصی کی طرف میلان ہوتا ہے اس کو یہ علم نہیں ملتا۔[39] اس کے بعد ان علوم کے بارے میں مزید لکھتے ہیں کہ یہ شروط اور یہ علوم اعلیٰ مراتب تفسیر کی تحقیق کے لیے ہیں۔ اور جہاں تک ان عام معانی کا تعلق ہے جن سے

انسان اپنے رب کی عظمت کو محسوس کرتا ہے اور جن کو انسان قرآن کریم کے الفاظ کے اطلاق کے وقت سمجھتا ہے، یہ تفسیر کا ادنیٰ مرتبہ ہے اور اس کا تو تدبر و تذکر کے لیے حکم دیا گیا ہے کیونکہ اسے اللہ تعالیٰ نے سہل اور آسان کر دیا ہے[40]۔

ان علوم کی افادیت و استعمال اور اہمیت کو بیان کرتے ہوئے مولانا محمد مالک کاندھلویؒ فرماتے ہیں:" یہ علوم مفسر کے لیے صرف بمنزلہ آلہ کے ہیں، مفسر ان کی مدد سے قرآن کے علوم کو حاصل کر سکتا ہے۔ اور جو شخص ان اصول و قواعد کے ماتحت تفسیر کرے گا تو اس کی تفسیر کو معتبر شمار کیا جا سکے گا۔۔ غرض تفسیر قرآن کے لیے ان علوم میں مہارت و بصیرت شرط ہے ان علوم کے بغیر کسی شخص کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ قرآن کریم کی تفسیر کا قصد کرے[41]۔

مولانا محمد تقی عثمانی ان علوم کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں" تفسیر کے لیے صرف عربی زبان کی معمولی واقفیت کام نہیں دے سکتی۔ اوران ضروری شرائط کے بغیر تفسیر کی وادی میں قدم رکھنا اپنے آپ کو گمراہی کے راستے پر ڈال دینے کے مرادف ہے اور اسی طرز عمل کے بارے میں آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے"مَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بِغَيْرِ عِلْمٍ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ"[42] یعنی جو شخص قرآن میں بغیر علم کے گفتگو کرے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے"[43]۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عربی کے ان کی مادری زبان ہونے اور عربی شعر و ادب میں مہارت تامہ رکھنے کے باوجود حفظ قرآن اور اس کے معانی اور علوم وغیرہ سیکھنے میں کئی کئی سال لگایا کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے قرآن مجید کے احکام و قوانین اور عقائد و علمی مضامین کو سمجھنے اور ان کی تفسیر کرنے کے لیے مطلوبہ علوم و فنون کو سیکھ لینا لازم ہے تاکہ کم علمی اور نااہلی کی وجہ سے قران کے معانی و مطالب اور عالمگیر پیغام ہدایت تحریف و سطحیت کی کمزوریوں سے پاک ہو جائے۔

10۔ تفسیر میں ربط و نظم اور سیاق وسباق سے بے التفاتی

قرآن مجید کی آیات و مضامین آپس میں مربوط و منظم ہیں اور اس خصوصیت کو قرآن کے لیے ایک وجہ اعجاز بھی قرار دیا جاتا ہے۔ مولانا محمد تقی عثمانی قرآن کے نظم کے اعجاز کے ذیل میں لکھتے ہیں:" قرآن کریم کی آیات کے درمیان نہایت لطیف ربط پایا جاتا ہے اور اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ورنہ اگر کوئی ترتیب ملحوظ نہ ہوتی تو ترتیب

نزول اور ترتیب کتابت میں فرق رکھنے کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ جس ترتیب میں قرآن پاک نازل ہوا تھا اسی ترتیب پر لکھ لیا جاتا۔ یہ جو کتابت میں آپ ﷺ نے ایک الگ ترتیب قائم فرمائی وہ اس بات کی بڑی واضح دلیل ہے قرآنی آیات میں ربط موجود ہے۔[44] چنانچہ تفسیر کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ جس آیت کی تفسیر مطلوب ہو خود اسی آیت کے سیاق وسباق پر غور کیا جائے۔ اگر کوئی تشریح اس آیت کے سیاق وسباق کے خلاف ہو گی تو وہ صحیح نہ ہو گی بلکہ وہ متفرد ہو گی۔

اس کے تقاضے کے پیش نظر قرآن کی تفسیر لکھتے وقت اس کے ربط و نظم اور سیاق و سباق کا لحاظ رکھنا ضروری ہو گا تاکہ تفسیری مضمون اپنے ماقبل ومابعد سے مطابقت رکھتا ہو اور جو موضوع چل رہا ہو اسی کے مطابق تفسیر سامنے لائی جائے۔ لیکن چونکہ مناسبت وربط کا بیان اور اس کے مطابق تفسیر لکھنا قدرے مشکل ہے اور دقت والا کام ہے اس لیے عام مفسرین نے اس کو اپنی تفاسیر میں کم ملحوظ رکھا ہے۔ علامہ زرکشیؒ فرماتے ہیں: "**واعلم ان المناسبة علم شريف۔۔۔وقد قلّ اعتناء المفسرين بهذا النوع لدقته**"[45] یعنی قرآن کا ربط و مناسبت ایک اعلیٰ علم ہے۔۔۔ اور مفسرین نے اس نوع علم کی طرف اس کی مشکلات کی وجہ سے بہت کم توجہ کی ہے"۔ آج کا جدید ذہن تو ربط و مناسبت کے بغیر کسی پیغام کا فہم حاصل کرنے سے ویسے ہی قاصر ہے اور یہ وجہ ہے کہ اس کا اہتمام والتزام نہ کرنے کی وجہ سے ہی تفسیر کی طرف عوام کا التفات کافی کم ہے۔

مذکورہ بالا اسباب کے علاوہ بھی کئی دیگر اسباب ایسے ہیں جو کہ تفسیر میں گمراہی، خرابی، اور عدم صحت کا موجب بنتے ہیں مثلاً حالات وزمانہ کے ساتھ تبدیلیء احکام کی رعایت کا غلط استعمال، استشراقی آراء کا غلط اثر لینا، سبب نزول کے خلاف تفسیر کرنا، اور اکثر مفسرین کے غیر تحقیقی رویے صحتِ تفسیر میں رکاوٹیں کھڑی کر دیتے ہیں۔ ان تمام اسباب و وجوہ کا غور وخوض کے بعد تدارک کیا جانا از حد ضروری ہے تاکہ کتاب الٰہی کی ہدایت کی روشنی سے زمانہ منور وروشن ہو سکے۔

خلاصہ ونتائج بحث

دورِ حاضر علمی و تحقیقی دور ہے۔ آج جن ذرائع کو استعمال کر کے صحیح سے سقیم، یقینی سے ظنی اور درست سے غلط کو علیحدہ اور ممتاز کرنا جتنا آسان ہو چکا ہے اتنا پہلے کبھی بھی نہیں تھا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ

عصر حاضر کے اہل علم محققین و مفسرین اس عالمگیر کتابِ رشد و ہدایت کی توضیح و تفسیر کے لیے مذکورہ بالا غیر صحیح ذرائع سے مکمل اجتناب کریں نیز پہلے سے مدون تفاسیر کی ان خامیوں کو جدید علمی و تحقیقی ذرائع اور رویوں کو اختیار کرتے ہوئے واضح کر کے دور کرنے کی پوری کوشش کریں تاکہ انسانیت اس پیغام باری تعالیٰ سے کماحقہٗ مستفید ہو کر اس کی روشنی میں نظام زندگی کو نظریاتی اور عملی طور پر احسن انداز سے چلا سکے۔

حواشی و حوالہ جات

[1] ۔النحل:44

Al-Naḥal:44

[2] ۔سید محمد طاہر شاہ،ڈاکٹر، تفسیر قرآن کا استفساری رجحان اور اس کا ارتقاء، فکر و نظر اسلام آباد، جولائی دسمبر 2018 جلد56، شمارہ1-2، ص61-91

Syed Muḥammad Tahir Shah, Dr. Tafsīr-e-Quran ka Istifsārī Rujhan aur us ka īrtiqa,(Islamabad: Fikr o Nazar, July- December 2018),Vol No.52, Issue No.1-2, P.61-91

[3] ۔صارم، عبد الصمد، الازہری، پروفیسر، تاریخ التفسیر،(لاہور: ادارہ علمیہ 1966ء)، ص27

Sāram, Abdulsamad,Al-Azhari, Tārīkh Al-Tafsīr(Lahore:Idarah ʿilmiah 1966),P.2

[4] - الذھبی، محمد حسین ،ڈاکٹر، التفسیر والمفسرون،(القاہرہ :مکتبہ وھبہ) ،جلد اول ص 76،96

Al-dhahabi, Muḥammad Ḥussain Dr. Al-Tafsīr wal Mufasirūn (Al-qahīrah, Maktabah wahabah) 1:96,97

[5] ۔ ندوی، فیصل احمد، تفسیر اور اصول تفسیر،(لکھنؤ: مکتبۃ الشباب العلمیہ،2016ء)، ص20

Nadwi, Faisal Aḥmed, Tafsīr aur usūl-e-Tafsīr (Lakhnawū: Maktabah Al-Shabab al-Ilmiah,2016), P.20

[6] ۔الذہبی، ڈاکٹر محمد حسین، التفسیر والمفسرون، (القاہرہ: مکتبہ وھبۃ) ج1، ص116

Al-dhahabi, Dr. Muḥammad Ḥussain, Al-Tafsīr wal Mufasirūn, 1:116

[7] ۔صارم، عبد الصمد، الازہری، پروفیسر، تاریخ التفسیر، ص18

Sāram, Abdulsamad,Al-Azhari, Tārīkh Al-Tafsīr, P.2

[8] ۔ایضاً

Ibid

[9] - ابو شہبة ، ڈاکٹر محمد بن محمد، الاسرائیلیات والموضوعات فی کتب التفسیر(القاہرہ:مکتبة السنة، ط 4، 1408ھ)، ص 306،307

Abū Shuhba Dr. Muḥammad bin Muḥammad, Al-Isra'iliāt wal mouḍū'at fī kutub Al-Tafsīr (Al-Qahirah: Maktabah Al-Sunnah, 1408 H),P.306,307

[10] ۔القاری، ملا علی، نور الدین علی بن سلطان، موضوعات کبیر، اردو ترجمہ حافظ محمد انور زاہد،(لاہور: نعمانی کتب خانہ،2008ء)ص444

Al-Qari, Mullah Ali, Nūr ul-dīn Ali bin Sultan, Mawḍū'at kabīr, urdu Translation Ḥafiẓ . Muḥammad Anwar Zahid(Lahore: No'mani Kutub Khana 2008) p.444

[11] ۔الزرقانی، محمد عبد العظیم، مناہل العرفان فی علوم القرآن، (مطبع عیسیٰ البابی الحلبی و شرکاہ) ،جلد2، ص 25

Al-Zarqani, Muḥammad Abdul A' ẓīm, Manahil Al-Irfan fī ūlūm ul- Qurān, (Matba' 'isa albabī al- ḥalbi wa Shurakah) P.444

[12] -الصابونی، محمد علی، التبیان فی علوم القرآن،(طبع علی نفقة السید حسن عباس شربتیلی،1980ء)، ص 66

Al-Ṣabūnī, Muḥammad, Ali, Al-Tibyan fī ūlūm ul- Qurān (Tab' 'la nafqah Al-Syed Ḥasan Abbas Sharbatīlī 1980),P.66

[13] ۔ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم، شیخ الاسلام، اصول تفسیر، مترجم اردو، مولانا عبد الرزاق ملیح آبادی،(لاہور: مکتبہ سلفیہ)، ص56

Ibn e Taimiyah, Aḥmed bin Abdul ḥalīm, Sheikh al-Islam, ūsūl e Tafsīr, Mutarjm Urdu,Molana 'Bdur Razaq Maliḥ Abadī, (Lahore:Maktabah Salfiah),P.56

[14] ۔عثمانی، تقی، مولانا، علوم القرآن،(کراچی: مکتبہ دار العلوم،1990ء)، ص371

Usmanī, Taqī, Molana, ūlūm-ul-Qurān, (Karachī, Maktabah Darul ūlūm,1990),P.371

[15] ۔ نفس المصدر ص372

Ibid P.372

[16] ۔ نفس المصدر، ص345

Ibid P.345

[17] **-البخاری ،محمد بن اسماعیل ،امام، الجامع الصحیح،کتاب احادیث الانبیاء ،(دار طوق النجاۃ، 1422ھ)، الرقم3461**

Al-Bukhārī, Imām, al-Jāmi' al-Ṣaḥīḥ, Kitāb Aḥadith al-Anbiya, (Dār Touq Al-Najaat 1322 h), No. 3461

[18] **-البقرۃ:136**

Al-Baqarah:136

[19] **۔البخاری، امام، الجامع الصحیح،کتاب تفسیر القرآن، الرقم4485**

Al-Bukhārī, Imām, al-Jāmi' al-Ṣaḥīḥ, Kitāb Tafsīr Al-Qurān, No.4485

[20] ۔الذھبی، نفس المصدر، ج1ص125

Al-dhahabi, Dr. Muḥammad Ḥussain, Ibid,1:125

[21] ۔ایضاً

Ibid

[22] ۔الذھبی، نفس المصدر، ج1ص128

Al-dhahabi, Ibid,1:128

[23] ۔اسیر ادروی، مولانا محمد نظام الدین، تفسیروں میں اسرائیلی روایات،(راولپنڈی: مکتبہ عثمانیہ،1432ھ)ص49

Asīr Adravi, moulana Muhammad Nizam Uddin, Tafsīron Main Israīli riwayat(Rawalpindi:Maktabah Usmania 1432h), P.49

[24] ۔ نفس المصدر، ص130

Ibid P.130

[25] **۔ ابو شہبۃ ، ڈاکٹر محمد بن محمد، الاسرائیلیات والموضوعات فی کتب التفسیر، ص106**

Abū Shuhbah, Dr. Muḥammad Bin Muḥammad, Al-Israīliat wal Moudū'at fī Kutub Al-Tafsīr, P.106

[26] ۔ ثناء اللہ، ڈاکٹر، کتب تفسیر میں اسرائیلی اور موضوع روایات،(لاہور: کتاب محل، دربار مارکیٹ،2017ء)، ص187

Thana Ullah, Dr. Kutub Tafsīr main Israīli Riwayat,(Lahore: Kitab Maḥal, Darbar Market 2017) ,P.187

[27] ۔عثمانی، تقی مولانا، علوم القرآن ص379،378

Usmanī, Taqī, Molana, ūlūm-ul- Qurān , P.378,379

[28] ۔ نفس المصدر، ص419

Ibid P.419

[29] ۔نفس المصدر، ص384

Ibid P.384

[30] ۔البقرۃ:151

Al-Baqarah: 151

[31] **- السیوطی، جلال الدین،الاتقان فی علوم القرآن،(الھئة المصریة العامة للکتا ب 1974ء)،جلد 4 ص 200**

Al-Siyūṭi, Jalal aldin, Alitqan fī ūlūm-il-Qurān (Al-Hayat al-Misriyah al-'amatul Kitab 1974), 4:200

[32] ۔النساء:105

Al-Nisa:105

[33] ۔ السیوطی،نفس المصدر

Al-Siyūṭi, Ibid

[34] ۔ثناء اللہ،ڈاکٹر،کتب تفسیر میں اسرائیلی اور موضوع روایات، ص181

Thana Ullah, Dr. Kutub Tafsīr main Israīli Riwayat ,P.181

[35] ۔کاندھلوی، محمد مالک، مولانا، منازل العرفان فی علوم القرآن،(لاہور:ناشران قرآن لمیٹڈ اردو بازار)، ص263

Kandhalwi, Muḥammad Malik, Moulana, Manazil al-Irfan fī ūlūm-il-Qurān,(Lahore: Nashiran e Qurān Limited, Urdū bazar), P.263

[36] **-الذھبی، ڈاکٹر، محمد حسین، التفسیر والمفسرون،جلد 1، ص 116**

Al-dhahabi, Dr. Muḥammad Ḥussain, Ibid,1:116

[37] ۔ثناء اللہ،ڈاکٹر،کتب تفسیر میں اسرائیلی اور موضوع روایات، ص185

Thana Ullah, Dr. Kutub Tafsīr main Israīli Riwayat , P.181

[38] ۔ نفس المصدر، ص183

Ibid P.183

[39] **-الزرقانی،مناہل العرفان،فی علوم القرآن ، جلد 2،ص 51**

Al-Zarqani, , Manahil Al-Irfan fī ūlūm ul- Qurān, (Matba' 'isa albabī al- ḥalbi wa Shurakah) 2:51

[40] ۔ایضاً

Ibid

[41] ۔کاندھلوی، محمد مالک، مولانا، منازل العرفان فی علوم القرآن، ص234،233

Kandhalwi, Muḥammad Malik, Moulana, Manazil al-Irfan fī ūlūm-il-Qurān, P.233, 234

[42] **- الترمذی،ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ،سنن الترمذی،ابواب تفسیر القرآن،(مصر:مکتبه مصطفی البابی،الحلبی 1975ھ)،الرقم 2950**

Al-Tirmidhī, Abū 'Isā, Muḥammad ibn 'Isā, Sunan al-Tirmidhī, Abwāb Tafsīr Al-Qurān()No.2950

[43] عثمانی، تقی، مولانا محمد، علوم القرآن، ص361

Usmanī, Taqī, Molana, Muḥammad ,ūlūm-ul- Qurān , P.361

[44] ۔ایضاً، ص266

Ibid P.266

[45] **-الزرکشی ،بدر الدین ،البرہان،جلد 2، ص 36**

Al-Zarkashi, Badrul Din, Al Burhan, 2:36